اکائی 5: مخضرمی شعراء اوران کی شعری خصوصیات

5.1-مقصد:

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد طلبہ مخضرمی عہد کے نمائندہ شعراء اوران کی شعری خصوصیات سے واقف ہوسکیں گے، اس اکائی میں مخضرمی عہد کے پانچ شعراء کعب بن مالک، حسان بن ثابت، حطیہ، خنساء، نابغہ الجعدی کے مختصر سوانحی حالات اور ان کی شعری خصوصیات کے ساتھ ساتھ ان کے اشعار بھی بطور مثال پیش کیے جائیں گے۔

5.2-تمہید:

عربی زبان کے وہ شعراء جنھوں نے زمانہ جاہلیت میں بھی شاعری کی اور پھر مسلمان ہوئے اوراس کے بعد بھی انھوں نے شاعری کی ان کو مخضرمی شعراء کہا جاتا ہے۔ دراصل عربی زبان میں خضرم کے کئی معنی ہیں۔ ان تمام معانی میں قدر مشترک یہ ہے کہ اس میں ملانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یعنی دو چیزوں کو ملانا، حالانکہ یہ ملانا کئی طرح کا ہوسکتا ہے لیکن شعری اصطلاح میں اس سے مراد زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام کا ملانا ہے۔ یعنی ایسے شعرا جنھوں نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں شاعری کی ہو۔ ان شعراء کا کلام زمانہ جاہلیت کے شعراء سے ممتاز ہے۔ ان کے یہاں اخلاقی اقدار، زندگی کے اعلیٰ مقاصد اور مشکلات کا مقابلہ حوصلہ مندی کے ساتھ کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے ان کی شاعری میں زمانہ جاہلیت کی طرح قنوطیت نہیں ہے بلکہ رجائیت اور امید کی فضا ہے۔ ساتھ ہی ان شعراء نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی کا بھی آغاز کیا جو آج تک ایک مستقل صنف سخن کی حیثیت سے مختلف زبانوں میں موجود ہے۔

5.3-کعب بن مالک:

5.3.1-حضرت کعب بن مالک ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ انصار کے قبیلہ بنی خزرج سے نسبی تعلق تھا۔ انصار میں سے جو لوگ بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے یہ بھی ان میں شامل تھے۔ ان کی پیدائش ہجرت سے کم وبیش ۲۵ سال قبل ۵۹۸ء میں ہوئی۔ شعرو شاعری کا ذوق بچپن سے تھا، جب رسول اللہؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو یہ پختہ کار شعراء میں تھے۔ آپؐ نے بھی ان کے بعض اشعار پسند فرمائے تھے اوران کو اپنے بہت قریب رکھتے تھے۔ شاعری کے ساتھ وہ میدان کارزار میں بھی داد شجاعت دیا کرتے تھے۔ غزوہ احد کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی بے جگری سے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ حضور نے بھی خوش ہوکر ان کی زرہ بکتر خود زیب تن فرمائی اور اپنی زرہ حضرت کعب کو دی۔

غزوہ تبوک کے موقع پر جب تمام مسلمانوں کو میدان جنگ میں جانے کا حکم تھا، اس موقع پر جو چند لوگ شریک نہ ہوسکے ان میں حضرت کعب بن مالک بھی تھے۔ حالاں کہ کعب اللہ کے رسولؐ کے بہت چہیتے تھے لیکن یہاں دین کا مسئلہ آ گیا۔ اس لیے آپؐ کے حکم پر مدینہ کے تمام لوگوں نے ان سے بات چیت بند کردی۔ بیوی بھی علیحدہ ہوگئی اور یہ اکیلے اس مصیبت کو جھیلتے رہے۔ بہت سخت امتحان

تھا۔ان حالات میں ایک آزمائش یہ ہوئی کہ غسان کے عیسائی حکمراں نے ان کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی۔لیکن ان حضرات کے دلوں میں ایمان راسخ ہو چکا تھا۔دنیا کی ہر چیز ان کی نظر میں بے معنی تھی۔وہ ہر مشکل کا مقابلہ کرتے رہے اور اپنی غلطی کے لیے استغفار کرتے رہے۔آخر اللہ تعالٰی نے ان کی دعا قبول فرمائی اور پچاس دن کے بعد ان کے لیے قرآن پاک کی آیات نازل ہوئیں۔حضرت کعب نے خود بھی ان واقعات کا بہت موثر انداز میں تذکرہ کیا ہے جو عربی ادب کا ایک شاہکار مانا جاتا ہے۔

حضرت کعب نے طویل عمر پائی۔خلافت راشدہ کا پورا زمانہ دیکھا۔حضرت عثمان کی شہادت کے بعد انھوں نے بھی حضرت علیؓ سے قصاص کا مطالبہ کیا تھا۔امیر معاویہ کے عہد خلافت میں سنہ ۵۰ یا ۵۱ میں ان کی وفات ہوئی۔حضرت کعب بن مالک اچھے شاعر تھے۔اگر چہ ان کو صف اول کا شاعر نہیں کہا جا سکتا۔حضرت حسان کا مقام بہر حال ان سے بلند ہے۔لیکن دوسری صف کے شعراء میں ان کا نمایاں مقام ہے۔ان کا دیوان شائع ہو چکا ہے۔اس میں اس دور میں رائج تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی ملتی ہے۔ان کے کلام میں نعت،نقائض،مرثیہ اور رزمیہ شاعری کے اچھے نمونے ہیں۔یہ اتفاق ہے کہ حضرت کعب بن مالک کی شاعری پر قدماء کے یہاں کم کلام ملتا ہے۔غالباً حضرت حسان بن ثابت کی وجہ سے ان کو وہ مقام نہیں مل سکا جس کے ادبی تاریخ میں وہ مستحق تھے۔البتہ جدید عہد کے تذکرہ نگار عام طور پر ان کا ذکر کرتے ہیں اور انھوں نے ان کی شاعرانہ خوبیوں پر تفصیل سے لکھا ہے۔ان کے دیوان پر سامی العانی نے تحقیق کی ہے اور ان کی شاعرانہ خوبیوں کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔

نعت گوئی میں ان کا رجحان حقائق نگاری کی طرف تھا۔انھوں نے اللہ کے رسولؐ پر ایمان،آپ کی شخصیت کے اوصاف،آپ کے فضائل ومناقب اور اطاعت رسول کے مضامین باندھے ہیں۔ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

فينا الرسول شهاب يتبعه
نور مضيٌ له فضل على الشهب
بدا الينا فاتبعناه مصدقه
و كذبوه فكنا اسعدُ العرب

اسی طرح:

وفينا رسول الله نتبع امره
اذا قال فينا العقول لا نتطلع
تدلى عليه الروح من عند ربه
ينزل من جو السماء ويرفع

اسی طرح:

الحق منطقه و العدل بسرته
فمن بجبه اليه ينج من تبب

اس طرح ان کی نعت گوئی میں اتباع رسول کی دعوت اور رسول اللہ فضائل ومناقب کا ذکر بڑے دل نشیں انداز میں ہے اور ان میں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے جو وہ دیکھ رہے ہیں اس کو بیان کر رہے ہیں۔

نقائض یعنی اللہ کے رسولؐ پر کفار و مشرکین کے اتہامات کا جواب بھی انھوں نے بڑے سلیقے اور اچھوتے انداز میں دیا ہے، مکہ کے ایک شاعر ضرار بن الخطاب نے بدر کے میدان میں جو قصیدہ کہا حضرت کعب نے اس کا جواب اسی لب ولہجہ میں دیا جو ان کا بہترین قصیدہ مانا جاتا ہے۔ اس طرح ابوسفیان کو بھی ایک تہدیدی قصیدہ لکھا۔ احد کے موقع پر عمرو بن العاص کے جواب میں قصیدہ لکھا۔ غزوہ خندق کے موقع پر عبداللہ بن زھری اور غزوہ بنی نضیر کے موقع پر عبداللہ بن مرداس کی نقیض کی، ان کے یہ نقائض کافی مشہور ہیں۔ بعض کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت حسان کے ہم پلہ ہیں۔ ان کے نقائض میں مشرکین کے جوابات، ان کے الزامات کی تردید اور دین اسلام کی عظمت وخوبیوں کا اعتراف شامل ہے۔ ان کے اس طرح کے بعض اشعار کو رسول اللہؐ نے بھی پسند فرمایا۔ روایت ہے کہ غزوہ حنین کے موقع پر انھوں نے ایک قصیدہ کہا جس کے دو شعر یہ ہیں:

قضينا من تهامه كل ريب

و خيبر ثم اجمعنا السيوفا

نخيرها ولو نطقت لقالت

قواطعهن دوسا اور ثقيفا

مشہور ہے کہ اس قصیدہ کو سن کر قبیلہ دوس نے اسلام قبول کر لیا۔ اور رسول اللہؐ نے ان اشعار کو پسند فرمایا۔ امام بیہقی نے ان اشعار کے سلسلے میں آپ کا جملہ نقل کیا ہے ''لهوا سرع فيهم من السهم فى غلس الظلامْ''۔ (یہ لھو ہے لیکن یہ ان پر اندھیاری کے تیروں سے زیادہ اثر کرنے والا ہے۔)

حضرت کعب کا ایک شعر اور ہے:

جاءت سخينة كئى تغالب ربها

وليغلبن مغالب الغلّاب

اس شعر کے بارے میں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ اے کعب اللہ تمہاری بات کو بھولا نہیں ہے۔ (لقد شکرک اللہ یا کعب علی قولک ھذا)

مرثیہ نگاری میں بھی حضرت کعب کا اسلوب بڑا منفرد تھا۔ انھوں نے متعدد مرثیہ کہے۔ اللہ کے رسولؐ کی وفات پر انھوں نے مرثیہ کہا وہ بڑا موثر ہے۔ اس کے چند اشعار یہ ہیں:

باعنين فابكى بدمع ذرى

لخير البرية والمصطفى

على خير من حملت ناقة

واتقى البرية عندالتقى

على سيد ماجد جعفلى

وخير الانام و خير اللها

حضرت حمزہ کی شہادت پر انھوں نے جو مرثیہ کہا تھا وہ بھی ان کے بہترین مراثی میں شمار ہوتا ہے۔ اس قصیدہ میں حضرت حمزہ کی

بہن حضرت صفیہ کومخاطب کر کے یہ اشعار کہے:

صفیہ قومی ولا تعجزی

و بکی النساء علی حمزة

ولا تسأمی ان تطیل البکا

علی اسداللہ فی الھزة

یرید بذاک رضا احمد

و رضوان ذی العرش و العزة

غزوہ موتہ کے دردناک حادثہ پرانھوں نے جومرثیہ لکھاوہ بھی اثر آفرینی میں بے مثال ہے۔اس میں درد وغم کوانھوں نے مجسم کر کے رکھ دیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

نام العیون ودمع عینک بھمل

سحاو کف الظباب المخضل

و اعتادنی حزن فبتُّ کاننی

ببنات نعش و اسماک موکل

مجموعی طور پر حضرت کعب بن مالک اپنے عہد کے بہترین شاعر تھے۔شاعری میں انھوں نے اجتہادی بصیرت سے کام لیا۔ان کی شاعری میں روایتی عرب شاعری سے انحرافات بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً انھوں نے اپنے قصائد میں تشبیب کی رعایت نہیں کی جب کہ عرب شعراء اپنے قصائد تشبیب سے شروع کرتے تھے۔اسی طرح انھوں نے نئی لفظیات کا استعمال کثرت سے کیا۔خاص طور پر اسلامی اصطلاحات کوانھوں نے اپنی شاعری کا حصہ بنایا،ان کی شاعری ایک مکمل اسلامی شاعری تھی۔قرآن وحدیث کے مضامین بھی انھوں نے نظم کیے۔ دین کی دعوت اور رسول اللہ کی اتباع ان کا پسندیدہ موضوع تھا۔نعت اور مدح وثناء بھی ان کے کلام میں موجود ہے لیکن انھوں نے کبھی بھی بے مبالغہ یا غلو کا راستہ اختیار نہیں کیا۔خاص طور پر قصائد میں زور بیان کے لیے انھوں نے ثقیل اور بھاری بھر کم الفاظ کثرت سے استعمال کیے ہیں۔اس کے باوجود ان کی شاعری بوجھل نہیں ہے۔حسن وعشق اور رنگین مضامین انھوں نے نہیں باندھے۔شاید ایک وجہ یہ بھی ہے جس کی وجہ سے متقدمین نے ان کے کلام کو درخور اعتنا نہیں سمجھا ورنہ حقائق نگاری اور شعریت کا جہاں تک تعلق ہے وہ اعلیٰ درجہ کے شاعر تھے۔

5.4-حسان بن ثابت:

حضرت حسان بن ثابت دور جاہلیت اور عہد اسلام کے سب سے بڑے شاعر ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں ان کو معلقات کے شاعروں کے ہم پلہ قرار دیا گیا اور زمانہ اسلام میں تو کوئی شاعر نہ مسلمانوں میں اور نہ مشرکین ان کے ہم سر اور ہم پلہ ہوا۔ساتھ ہی ان کی دوسری فضیلتیں مستزاد ہیں۔وہ واحد شاعر ہیں جنھوں نے اللہ کے رسول کے ممبر سے اپنے اشعار سنائے۔ان کو شاعر النبی کا معزز خطاب ملا،اوران کو باضابطہ دربار رسالت کی طرف سے شعر گوئی کے لیے مقرر کیا گیا اور حضرت ابوبکر کے ذریعہ باضابطہ ان کی تعلیم وتربیت کی گئی تاکہ وہ مکہ والوں کی ہجو کا اسی لب ولہجہ میں جواب دے سکیں۔

حضرت حسان بن ثابت کو قدرت کی طرف سے لمبی عمر ملی۔ان کی ولادت ہجرت سے تقریباً ساٹھ سال قبل ۵۶۵ء میں ہوئی۔ ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا،اور وہ بنی نجار سے تھے۔اس طرح رسول اللہ سے ننھیالی رشتہ داری بھی تھی۔ان کا گھرانہ بھی اپنے دور میں بہت معزز مانا جاتا تھا اور جب ان کی شاعری کے چرچے شروع ہوئے رفتہ رفتہ وہ خزرج کے قومی شاعر بن گئے۔چوں کہ بنی غسان اور بنی منذر سے ان کا خاندانی تعلق تھا اس لیے ان کے بادشاہوں کے یہاں بھی جانے لگے اور ان کے دربار میں قصیدے کہے۔حضرت حسان کے قصیدے اس قدر پسند کیے گئے کہ ان بادشاہوں نے نہ صرف ان کو انعام واکرام دیا بلکہ ان کا مستقل وظیفہ بھی مقرر کردیا جو ان کو تاحیات ملتا رہا۔اسلام قبول کرنے کے بعد بھی یہ وظیفہ جاری رہا حالانکہ غسانی بدستور عیسائی ہی رہے۔

غسانی حکمراں حضرت حسان کی اتنی رعایت کرتے تھے کہ ایک مرتبہ وہ دربار میں گئے، اتفاق سے معلقات کا مشہور شاعر نابغہ ذبیانی بھی دربار میں تھا۔غسانی بادشاہوں کو ڈر ہوا کہ نابغہ کی موجودگی میں حضرت حسان نے شعر پڑھے تو ان کی سبکی ہوسکتی ہے اس لیے انھوں نے حضرت حسان سے کہا کہ آپ قصیدہ نہ سنائیں آپ کا انعام آپ کو مل جائے گا،لیکن حضرت حسان نے اپنا قصیدہ سنایا اور وہ ان لوگوں سے بھی زیادہ پسند کیا گیا۔حضرت حسان نے اس طرح اپنی قوم کی مدح وثنا اور غسانی بادشاہوں کی مدح میں قصیدہ کہتے ہوئے اپنی زندگی کے تقریباً ساٹھ سال بسر کیے۔انھوں نے مکہ کے میلوں میں بھی اپنے قصیدے پڑھے اور داد وتحسین وصول کی۔

جب رسول اللہؐ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو مکہ کے چند شعراء جیسے عبداللہ بن الزبعری، ابوسفیان بن الحارث اور عمرو بن عاص، ضرار بن الخطاب اور امیہ بن ابی الصلت وغیرہ شعراء نے رسول اللہؐ اور مسلمانوں کی ہجو شروع کی۔اس زمانے میں شاعری وہ کام کرتی تھی جو کام آج کا میڈیا اور وسائل اعلام کرتے ہیں۔رسول اللہؐ نے ان کا جواب دینے کے لیے انصار کو مخاطب کرکے کہا کہ آپ لوگوں نے تلوار سے ہماری مدد کی ہے۔زبان سے مدد کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟ اس پر حضرت حسان آگے بڑھے اور انھوں نے اپنی زبان پکڑ کر کہا کہ اب اس زبان سے سوائے آپ کی حمایت اور مدافعت کے اور کوئی بات نہیں نکلے گی۔رسول اللہؐ نے حضرت حسان کو کچھ ہدایات دیں۔حضرت ابوبکر کے پاس بھیجا کہ اہل مکہ کے عیوب ونقائص معلوم کریں۔اس کے بعد انھوں نے مکہ کے مشرکین کی ہجو شروع کی اور اس طرح شروع کی کہ اس میں سے رسول اللہؐ اور آپؐ کے خاندان کو پوری طرح بچالیا، روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت حسان کو دعا بھی دی کہ حسان تم پڑھے جاؤ جبرئیل تمھاری مدد کریں۔

انصار میں سے حضرت کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ بھی مشرکین مکہ کی ہجو کیا کرتے تھے لیکن ان کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اہل مکہ کے شرک اور بت پرستی کو زیادہ نشانہ بناتے تھے اور ان کو اپنے شرک پر کوئی شرمندگی نہیں تھی۔اس لیے ان کے اشعار کا زیادہ اثر نہیں ہوتا تھا۔لیکن جب حضرت حسان نے ان کے عیوب اور ان کے حسب ونسب اور اخلاقی برائیوں کا ذکر اپنے اشعار میں کیا تو وہ تلملا گئے۔

حضرت حسان نے ہجرت سے قبل ہی اسلام قبول کرلیا تھا اور مشرکین مکہ کے اعتراضات کا جواب دینے لگے تھے۔لیکن اس میں سب سے اہم مسئلہ جنگ بدر کا ہے۔اس موقع پر حضرت حسان کے اشعار نے وہ کام کیا جو مجاہدین کے تیروں نے کیا۔مکہ کے تقریباً ۷۰ سردار اس میں مارے گئے تھے۔ان کی لاشیں ایک گڑھے میں ڈال دی گئیں۔اس موقع پر آپ نے ان کو مخاطب کرکے اللہ کے وعدہ کی تکمیل کا ذکر کیا تھا۔حضرت حسان نے اس منظر کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ ان اشعار میں بیان فرمایا:

یـــــــادیھـــم رســـول الـــلـــــہ لـــمـــــا

قذفناهم كبا كب فى القلب

الم تجدوا حديثى كان حقا

وامر الله يأخذ بالقلوب

فما نطفوا ولو نطقوا القالوا

صدقت وكنت ذا رأى مصيب

غزوہ بدر کے موقع پر بھی آپ نے متعدد قصیدے کہے۔ حضرت حمزہ کی دردناک شہادت پر جو قصیدہ کہا وہ ان کے رثائی کلام میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر انھوں نے بہت شاندار قصیدہ لکھا۔ اس کا ایک سفر بہت مشہور ہے۔

فان ابى و والده و عرضى

لعرض محمد منكم وقاء

رسول اللہؐ کی وفات اور اس کے بعد پورے خلافت راشدہ کے عہد میں وہ زندہ رہے۔ حضرت عثمان کی دردناک شہادت پر بھی انھوں نے نہایت موثر مرثیہ لکھا اور اس میں حضرت علیؓ پر تنقید کی تھی۔ غالبًا ان کو یہ غلط فہمی تھی کہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو سزا دینے میں حضرت علیؓ نے مطلوبہ سرگرمی نہیں دکھائی۔

حضرت حسان تقریباً ۱۲۰ سال کی عمر پا کر ۵۴ھ میں امیر معاویہ کے دور حکومت میں فوت ہوئے۔ ان کی وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ لیکن سبھی تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ انھوں نے اسلام سے قبل ساٹھ سال گزارے اور اسلام لانے کے بعد بھی وہ ساٹھ سال زندہ رہے۔ اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ مذکورہ بالا سنہ وفات زیادہ معتبر ہے۔ انھوں نے ہجرت سے دو سال قبل اسلام قبول کیا تھا۔ اس طرح یہ ۵۶ سال ہوتے ہیں اور عربی زبان میں ۵۶ کو ساٹھ کہنے کا یعنی دو چار سال کے کسر کو پورا کہنے کا رواج ہے۔

حضرت حسان اعلیٰ درجے کے شاعر تھے اور چوں کہ لمبی عمر پائی اس لیے کلام بھی ان کا سب سے زیادہ ہے۔ ان کی شاعری کے موضوعات میں تنوع ہے۔ قصیدہ، ہجو، مرثیہ اور نعت ان کے خاص موضوعات ہیں۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں غزل دراصل قصیدہ کے تشبیب کا حصہ ہے جس نے اپنی علیحدہ پہچان قائم کر لی۔ حضرت حسان کے قصائد میں تشبیب بلکہ بعض مراثی میں بھی تشبیب کے بہترین نمونے ہیں۔ گویا جس کو آج غزلیہ شاعری کہا جاتا ہے حضرت حسان کے یہاں وہ بھی کافی ترقی یافتہ شکل میں موجود ہے۔ لیکن حضرت حسان کا سب سے اعلیٰ کلام وہ ہے جو انھوں نے رسول اللہؐ کی مدح وثنا میں کہا ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں نہ صلہ کی خواہش کی وجہ سے تملق اور چاپلوسی ہے اور نہ تخیلات کی جھوٹی پرواز ہے، بلکہ بیانیہ انداز میں اعلیٰ ترین حقائق کا بیان ہے۔

نعت نبی صرف حضرت حسان نے نہیں کہی بلکہ اس کے دور کے اور بھی بہت سے شعرا نعت گوئی کرتے تھے بلکہ مکہ میں بھی نعت کے اچھے نمونے مل جاتے ہیں۔ حضرت ابو طالب کو تو نعت گوئی کا موجد کہا جا سکتا ہے۔ چونکہ نعت سب سے پہلے انھوں نے ہی شروع کی تھی۔ لیکن اس میدان میں امامت کا درجہ حضرت حسان کو حاصل ہے۔ انھوں نے نعت میں ایسے اشعار کہے ہیں جو آج بھی ضرب المثل ہیں۔ مثلاً یہ دو شعر:

و احسن منک لم ترقط عینی

واجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبراً من کل عیب

کأنک قد خُلقت کما تشاء

نعت گوئی کی تاریخ میں ان سے بہتر اور ان سے زیادہ مبنی بر حقیقت اشعار اور کسی نے نہیں کہے۔ اس نعت کے علاوہ بھی آپ کا نعتیہ کلام بہت ہے اور اس میں نہایت معیاری اشعار موجود ہیں۔ چند شعر یہ بھی نعت کے بہترین نمونے ہیں:

اغر علیہ للنبوہ خاتم

من اللہ مشھود یلوح و یشھد

وضم الالہ اسم النبی الی اسمہ

اذا قال فی الخمس المؤذن اشھد

و شق لہ من اسمہ لیسجلہ

فذوا العرش محمود و ھذا محمد

فامسی سراجا مستنیر او ھادیا

یلوح کما لاح الصقیل المھند

ان کے نعتیہ اشعار میں رسول اللہ سے محبت وعقیدت، آپ کے فضائل وکمالات، اہل مکہ میں اور اہل عرب میں آپ کی افضلیت، آپ کے لیے قربان ہو جانے کا جذبہ ہے اور ان میں خوشامدانہ انداز نہیں ہے جو قصائد کی جان ہوتا ہے بلکہ فدویانہ اور عقیدت مندانہ اسلوب ہے۔

فخر ومباہات، نسب اور قبیلے پر فخر کرنا اسی طرح دشمنوں اور مخالفوں کی ہجو کرنا اس دور کی عربی شاعری کا پامال مضمون تھا۔ حضرت حسان نے بھی اس طرح کی شاعری کی۔ اسلام سے قبل بھی ان کی حیثیت مسلم تھی اور اسلام لانے کے بعد بھی ان کا مقام بلند رہا۔ اور انھوں نے اس فن کو اسلام کی سربلندی اور اسلام کی دعوت کے لیے استعمال کیا ہے۔ ایک واقعہ ہے کہ جب عام الوفود میں قبیلہ بنی تمیم کا وفد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس موقع پر ان کے ایک مقرر نے تقریر کی اور ایک شاعر نے قومی قصیدہ سنایا۔ رسول اللہؐ کی اجازت سے ثابت قیس نے تقریر کا جواب دیا اور حضرت حسان نے فی البدیہہ قصیدہ کا جواب دیا۔ بنی تمیم کا وفد اس سے اتنا متاثر ہوا کہ اس کے ایک رکن اقرع بن حابس نے قسم کھا کر کہا جس شخص کے پاس ایسے مقرر اور ایسے شاعر ہوں وہ ضرور کامیاب ہوگا اور وہ پورا وفد مسلمان ہوگیا۔

حضرت حسان کے فخریہ اشعار نے اسلام کی سربلندی کی دعوت دی اور ہجویہ اشعار نے مشرکین کو منھ توڑ جواب دیا۔ غزوہ بدر کے موقع پر انھوں نے جو فخریہ قصیدہ کہا تھا وہ بڑا معیاری ہے۔ اس کے چند اشعار یہ ہیں:

لقد علمت قریش یوم بدر

غداۃ الاسر و العقل الشدید

بأنا حین تشجر العوالی

حماة الروع يوم ابی الولید

قتلنا ابنی ربیعه یوم سا روا

الینا فی مضاعفة الحدید

ایک اور قصیدہ میں اپنے قومی فضائل کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

و کنا ملوک الناس قبل محمد

فلما اتی الاسلام کان لنا الفضل

نقائض اس دور کی عربی شاعری کا خاص مضمون تھا۔ حضرت حسان کے نقائض بھی بڑی شہرت رکھتے تھے بلکہ مسلمان ہونے کے بعد ان کی شاعری کا زیادہ حصہ ان نقائض پر ہی مشتمل ہے۔ اگرچہ ہجونگاری اور نقائض ملتی جلتی اصطلاحیں ہیں، لیکن ہجو عام ہے، اور نقائض ان ہجویہ قصائد کو کہا جاتا ہے جو کسی کے جواب میں کہے گئے ہوں۔ چوں کہ مشرکین اللہ کے رسول کے خلاف اشعار کے ذریعہ بھی پروپیگنڈا کرتے رہتے تھے، اس لیے حضرت حسان نے کفار و مشرکین کے ان الزامات کا جواب دیا اور کم و بیش دس سال تک آپ یہ فریضہ انجام دیتے رہے۔ اس طرح کے قصائد میں غزوہ احد کا وہ قصیدہ ہے جو انھوں نے ابوسفیان بن حرب کے جواب میں کہا تھا۔ اس طرح کا ایک مشہور قصیدہ وہ ہے جو بنوتمیم کے ایک شاعر کے جواب میں کہا تھا۔ اس کا ایک شعر یہ ہے:

ان الذوائب من فهر واخوتهم

قد بینوا سنة للناس تتبع

معرکہ بدر کے موقع پر جو قصیدہ انھوں نے لکھا تھا اس کی مثال نقائض کی تاریخ میں کم ملتی ہے۔ عبداللہ بن الزبعری نے بدر کے مشرک مقتولین کا مرثیہ لکھا تھا۔ حضرت حسان نے اس کا جواب دیا۔ یہ جواب اپنی اثر آفرینی، شکوہ الفاظ، ندرت بیان اور حقیقت پسندی کے اعتبار سے بے مثال ہے۔ یہ قصیدہ مکہ میں بھی بہت مقبول ہوا۔ خود الزبعری اس پر تلملا اٹھا اور موقع کی تاک میں تھا کہ احد کا معرکہ پیش آ گیا اور اس میں مسلمانوں کو یک گونہ ہار ہوئی تھی تو اس نے خاص حضرت حسان کو مخاطب کر کے اس قصیدہ کا جواب لکھا تھا۔ جنگ بدر کے بارے میں ھبیر ہ نے بھی ایک قصیدہ لکھا تھا۔ حضرت حسان اس کا جواب دیا۔ اس میں ان کی حقیقت بیانی اور فیصلہ کن انداز بہت نمایاں ہے۔ چند اشعار یہ ہیں:

سقتم کنانة حمیلا من سفاهتم

الی الرسول فجندالله فخریها

اورد تموها حیاض الموت ضاحیة

فالنار موعدها والقتل لاقیها

انتم احابیش جمعتم بلا نسب

ائمة الفکر غرتکم لموانیها

اعتبرتم بخیل الله اذفتلت

اهل القلیب و من اردینه فیها

مرثیہ نگاری میں انھوں نے کوئی منفرد اسلوب تو نہیں نکالا بلکہ وہ بڑے مرثیہ گو بھی نہیں تھے۔ ان کے ابتدائی ساٹھ سال میں ایک غسانی شہزادے کا مرثیہ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی مرثیہ دستیاب نہیں۔ لیکن رسول اللہ کی وفات کے بعد جیسے مرثیہ نگاری کا بند کھل گیا ہو آپ کی وفات پر انھوں نے متعدد مرثیہ کہے اور نہایت پر درد مرثیہ کہے، جن میں یہ مرثیہ بہت مشہور ہے:

مابال عینک لاتنام کانما

کحلت ماقیھا بکحل الارمد

جزعا علی المھدی اصبح ثاویا

باخیر من وطی الحصی لاتبعد

بابی وامی من شھدت وفاتہ

فی یوم الاثنین النبی المھتدی

اللہ کے رسول کی وفات سے قبل حضرت حمزہ کے بارے میں بھی انھوں نے رثائی اشعار کہے۔ بعض اور صحابہ کی وفات پر بھی کہے، خلفاء راشدین کی وفات پر بھی مرثیہ لکھے۔ ان میں سب سے اہم اور سب سے مشہور وہ مرثیہ ہے جو انھوں نے حضرت عثمان کی وفات پر کہا۔ اس میں درد و غم کے سچے بیان کے ساتھ ساتھ اثر آفرینی کے اعتبار سے بے مثال ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت اپنے عہد کے مایہ ناز شاعر تھے۔ وہ زمانہ جاہلیت میں بھی صف اول کے شعراء میں شمار ہوتے تھے اور زمانہ اسلام میں تو ان کو شاعر الرسول ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ معلقات کے بعض شعراء سے ان کے مباحثے نقل ہوئے اور ان کے کلام پر بڑے ناقدین کی آراء موجود ہیں کہ زور بیان، ندرت افکار، الفاظ کے استعمال اور اثر آفرینی میں ان کے اشعار معیاری ہیں۔ ان کے کلام میں سب سے زیادہ قصائد اور نقائض ہیں۔ اس کے علاوہ نعت، مرثیہ اور قبائلی فخر ومباہات کے مضامین بھی ان کی شاعری میں ملتے ہیں۔ اس کے ساتھ حضرت حسان کے یہاں غزلیہ شاعری کے بھی اچھے نمونے ملتے ہیں۔ ان کے قصائد کی تشبیب میں حسن و عشق کی حقیقی تصویر نظر آتی ہے۔

5.5- الحطیئۃ:

عام طور پر لوگ مدح وثناء کو پسند کرتے ہیں اور ہجو ومذمت کو ناپسند کرتے ہیں۔ اسی طرح کسی بھی انسان کی ذاتی شخصیت، اس کی وجاہت، اس کی شکل وصورت ایسا کمال ہے جس میں اس کا دخل نہیں ہوتا لیکن اس کی وجہ سے لوگ اس کی عزت کرتے ہیں اور اس کو قدر ومنزلت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تمام منفی صفات مجتمع ہو کر ایک شخص کی صورت میں مجسم ہو جاتی ہیں۔ نہ اس میں خاندانی وجاہت ہوتی ہے نہ حسن صورت اور نہ حسن سیرت، زبان دہکتا ہوا انگارہ اور الفاظ چبھتے ہوئے تیر بن جاتے ہیں۔ بظاہر ایسا وجود ملنا مشکل ہے، لیکن الحطیئۃ ایسی شخصیت ہے جس کے لیے یہ سب کچھ ثابت ہے اور اس کے باوجود اس کا نام تاریخ کے روشن اوراق میں ثبت ہے۔

الحطیئۃ کا اصل نام جَرْوَل ہے۔ ماں اوس بن مالک کی حبشی باندی تھی۔ اس اعتبار سے ان کو قبیلہ اوس کا ایک فرد ہونا چاہیے لیکن اس کی ماں کے بارے میں لوگوں کی اچھی رائے نہیں تھی اور ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ الحطیئۃ نے اپنے باپ کے بارے میں

پوچھا تو ان کی ماں جن کا نام الضریر تھا اپنے مالک کی بیوی کے بھائی افقم کا نام لے دیا جو قبیلہ بنی ذہل سے تھا۔ اس طرح اس کا وجود دو قبیلوں میں بٹ گیا۔ شکل وصورت کے اعتبار سے وہ انتہائی لاغر اور کمزور تھا۔ چہرہ سوکھا ہوا اور بے رونق تھا۔ نچلے جبڑے کی ہڈی ابھری ہوئی تھی اور چھوٹا سا قد تھا۔ عربی زبان میں حطیئۃ کا مطلب ناٹا قد کا آدمی ہوتا ہے۔ اس کے قد کی وجہ سے اس کو حطیئۃ کہتے تھے۔ غرض حطیئۃ کے ساتھ نہ جسمانی خوبصورتی تھی، نہ خاندانی وجاہت، نہ اس کا کوئی قبیلہ تھا، نہ خاندان۔ شکل وصورت ایسی تھی کہ اپنے بھی دیکھ کر منھ چھپا لیتے۔ اوس بن مالک کے بیٹوں نے اس کو اپنا بھائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اس لیے اس کو باپ کی وراثت میں سے حصہ نہیں ملا۔ پھر وہ بنی ذہل میں افقم کی اولاد کے پاس گیا۔ ان کی بڑی مدح وثناء کی۔ انھوں نے اس کو کھجور کے تین درخت گزارے کے لیے دے دیے جو اس کے لیے ناکافی تھے۔ اس نے پوری میراث کا مطالبہ کیا۔ یہاں بھی وہ مطالبہ پورا نہیں ہوا۔ اسی دوران اس کی شادی بھی ہوگئی اور ایک بیٹی بھی جس کا نام ملیکہ تھا جو باپ کے برخلاف بڑی خوبصورت تھی۔

الحطیئۃ پر پے در پے ناکامیاں اور اس کی فطری وضع قطع منفی شعور بن کر ابھری۔ قدرت نے ان کمیوں کے ساتھ ساتھ اس کو بڑا روشن دماغ عطا کیا تھا اور طبیعت میں بلا کی دراکی اور ذہانت تھی۔ شاعری کا ملکہ ایسا تھا کہ معلقہ کے شعراء کی یاد آجاتی تھی۔ شعر وسخن کے فن میں خدا نے اس کو طاق بنایا تھا۔ حطیئۃ نے اپنی اس صلاحیت کا منفی استعمال کرنا شروع کیا اور اس نے ہر ایک کی ہجو کرنی شروع کی۔ نہ اپنی ماں کو بخشا، نہ بیوی بچوں کو اور خاندان کے دوسرے افراد کو، حتیٰ کہ اس نے اپنے وجود کو بھی نہیں بخشا۔ خود اپنی مذمت میں ایسے اشعار کہے ہیں کہ اپنی شخصیت اور اپنے وجود کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ شعری ملکہ اتنا زبردست تھا کہ اس کی ہجو آناً فاناً پورے عرب میں پھیل جاتی۔ جس کی ہجو کر دیتا اس کے لیے زمین تنگ ہو جاتی۔ اس کی ہجو سے کتنے ہی معزز لوگ ذلیل ورسوا ہو گئے۔ عرب کے لیے یہ انتہائی خطرناک ہتھیار ثابت ہوا۔ لوگ الحطیئۃ سے اپنی عزت بچاتے پھرتے تھے۔ اسی کو اس نے اپنا ذریعہ معاش بنا لیا۔ کسی بھی امیر کو پکڑ لیتا اور اس سے کہتا کہ یا تو مجھے مال دو ورنہ میں تمہاری ہجو کروں گا۔ لوگ اس کے خوف سے اس کو مال ودولت دیا کرتے تھے۔

حطیئۃ کی شخصیت جس طرح بیان کی جاتی ہے اس کی شاعری اس کے مقابلے میں اعلیٰ درجہ کی تھی۔ قافیہ وضع کرنے میں اس کو کمال حاصل تھا اور دیگر شعراء کے کلام پر اس کی گہری نظر تھی۔ اس نے دوسرے شعراء کے بارے میں جو تبصرے کیے ہیں وہ اس کی دقت نگاہ اور تنقیدی بصیرت کا منھ بولتا ثبوت ہیں۔

جیسے جیسے الحطیئۃ کی ہجو گوئی کا چرچا ہونے لگا اس کی عزت وتکریم بھی ہونے لگی۔ لوگ اس غیر اہم شخصیت کو اہمیت دینے لگے۔ اس دوران عرب میں اسلام کا آغاز ہوا۔ سارے عرب نے رسول اللہؐ کی اطاعت کر لی۔ بنی عبس اور بنی ذہل بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے ساتھ الحطیئۃ نے بھی اسلام قبول کر لیا لیکن اس کی زبان کی تیزی اسلام لانے کے بعد تیز ہی رہی۔ الحطیئۃ کو صحابیت کا شرف نہیں مل سکا۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد مسلمان ہوا۔ حطیئۃ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ رسول اللہ کی وفات کے بعد مرتد ہو گیا تھا اور دلیل کے طور پر حطیئۃ کا یہ شعر پیش کیا جاتا ہے:

اطعنا رسول اللہ اذ کان صادقا

فیا عجبا ما بال دین ابی بکر

اس کے علاوہ بھی اس نے ردۃ کی جنگوں میں حصہ لیا لیکن مرتدین کی ہار کے بعد وہ پھر مسلمان ہو گیا۔ طٰہٰ حسین اور دوسرے ناقدین نے اس کے اسلام کو مجبوری بتایا ہے ورنہ ان کا خیال ہے کہ وہ دل سے مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اس لیے ساری زندگی طرح طرح کی

خرافات میں مبتلا رہا۔ حتیٰ کہ اس نے وصیت بھی ایسی کی جس کی امید کسی مسلمان سے نہیں کی جا سکتی۔

حضرت عمر کے دور خلافت میں حطیئۃ اور زبرقان کا واقعہ پیش آیا۔ زبرقان حضرت عمر کی طرف سے صدقات کی وصولی پر مامور تھے اور اپنی قوم کے سردار تھے۔ ان کے اور ان کے چچازاد بھائیوں میں چشمک تھی۔ ان کے چچازاد بھائی 'بنی انف ناقہ' کے نام سے مشہور تھے جو توہین آمیز لقب تھا۔ اتفاق سے ایک سال ملک میں بڑا قحط تھا۔ حطیئۃ اپنی بیوی اور اولاد کو لے کر عراق کی طرف جارہا تھا۔ راستہ میں زبرقان سے ملاقات ہوگئی۔ زبرقان ان کو پہچانتا تھا۔ اس نے اپنے ساتھ رہنے کی پیشکش کی۔ حطیئۃ نے قبول کرلیا لیکن حالات ایسے ہوگئے کہ وہ زبرقان کے مخالف بھائیوں کے پاس چلا گیا اور اس نے وہاں رہ کر ایک تو ان کے لقب بنی انف ناقہ کو اپنی شاعری کے ذریعہ معزز لقب بنادیا، دوسرے زبرقان کی ہجو میں ایک شعر کہا کہ:

دع المکارم لاترحل لبغیتها

و اقعد فانک انت الطاعم الکاسی

زبرقان نے اس شعر پر حضرت عمر سے شکایت کی کہ حطیئۃ نے میری ہجو کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے شعر سن کر کہا کہ اس میں تو کوئی ہجو نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت حسان کو بلا کر پوچھا تو انھوں نے فیصلہ دیا کہ اس میں بڑی ہجو ہے اس لیے حطیئۃ کو گرفتار کرلیا گیا۔ بعد میں حطیئۃ نے معافی نامہ لکھا اور حضرت عمر کی مدح بھی کی۔ حضرت عمر نے اس کو رہا کردیا اور تاکید کی کہ اب کسی کی مذمت مت کرنا۔ اس نے کہا کہ میرا تو ذریعہ معاش ہی یہ ہے، اگر یہ نہ کروں گا تو کھاؤں گا کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو تین ہزار دینار دیے اور وعدہ لیا کہ اب کسی کی مذمت نہیں کرے گا۔ حطیئۃ جنگ قادسیہ میں شریک ہوا اور اپنے اشعار کے ذریعہ لوگوں کا حوصلہ بلند کیا۔

حطیئۃ کی زندگی کے بہت سے واقعات تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں مرقوم ہیں اور اس کے دیوان میں قصائد کے ساتھ بھی بعض واقعات کا تذکرہ ہے۔ بہر حال حطیئۃ نے خلافت راشدہ کا زمانہ دیکھا اور حضرت امیر معاویہ کے عہد میں ۵۹ھ میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ مجھے گدھے پر سوار کردو اور جب تک میں مر نہ جاؤں مجھے اتارنا مت۔ چنانچہ اس کو گدھے پر سوار کر کے ادھر ادھر گھماتے رہے اور وہ درج ذیل شعر پڑھتا ہوا مر گیا:

لا احد الام من حطیئة

هجا بنیه و هجا المرية

من لؤمه مات علی فرية

زندگی کی تمام تلخیوں کے باوجود حطیئۃ کی زندگی میں دو نہایت خوشگوار گلشن تھے۔ ایک اس کا عالی دماغ جس نے اس کو اپنے عہد کا ممتاز شاعر بنادیا اور دوسرا اس کی ازدواجی زندگی جس کی شکر افشانی نے تلخی دوراں کو جرعہ آب زلال بنادیا۔ ان کی بیوی امامہ ان سے بے حد محبت کرتی تھی اور ان کی ایک محبوبہ جس کا نام ام معبد تھا، وہ بھی اس سے شدید محبت کرتی تھی۔ بعض لوگوں نے ام معبد کو فرضی قرار دیا ہے ان کے خیال میں شاعر کے آفاقی دماغ نے کچھ فرضی تصورات بھی بنالیے تھے جن کے خیالوں میں گم ہو کر وہ گلشن نا آفریدہ کی سیر کر لیتا تھا۔

بہر حال، حطیئۃ اپنے دور کا عظیم لیکن تیکھا شاعر تھا۔ اس کے یہاں اگر چہ کئی صنف سخن ملتی ہیں لیکن اس کا امتیاز ہجو گوئی ہے۔ ہجو کے علاوہ مدح بھی کسی قدر ہے اور غزلیہ شاعری میں بھی اس کا قلم بڑا رواں ہے۔ غزلیہ شاعری میں جاہلی عہد کے شعراء کی طرح اس کے

یہاں فحش گوئی اور عریانیت پائی جاتی ہے۔ مجموعی طور پر حسن وعشق اور محبوب کے سراپا کا نقشہ بڑی چابکدستی سے کھینچتے ہیں۔

ہجو گوئی میں یوں تو اس نے کسی کو نہیں چھوڑا جس کی مذمت نہ کی ہو، جو شخص اپنے آپ کو نہ بخشے اور اپنی ایسی مذاق اڑائے کہ سننے والا شرما جائے وہ کسی اور کو کیا بخشے گا۔ اس نے اپنی بیوی، اپنی ماں، اپنے والد، اپنے دونوں قبیلے، حتیٰ کہ اپنے بچوں تک کی مذمت کی ہے۔ لیکن اس کے ہجو یہ قصائد میں سب سے مشہور وہ قصیدہ ہے جو اس نے زبرقان کی ہجو میں کہا۔ اس قصیدہ میں حطیئۃ نے زبرقان سے اپنی ملاقات، اس کی بیوی کے برے برتاؤ کا تفصیلی تذکرہ کرنے کے بعد زبرقان کی ایسی ہجو کی کہ وہ جھلا گیا اور اس نے حضرت عمر سے اس کی شکایت کر کے اس کو گرفتار کروا دیا۔ زبرقان کی مذمت میں ایک اور قصیدہ بھی اس کے دیوان میں موجود ہے، زبرقان کے علاوہ اس نے اپنی ماں کی ہجو میں کئی قصیدے لکھے ہیں جن میں دو ہجو یہ قصیدے بہت معروف ہیں۔ بعض قصیدے اپنے والد اور سوتیلے بھائیوں کی مذمت میں کہے ہیں۔

مدح میں بھی حطیئۃ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اور اس کے مدحیہ قصائد ہجو کے مقابلے میں زیادہ نپے تلے اور سجے ہوئے یعنی مرصع ہیں۔ ہجو نگاری میں ان کے یہاں والہانہ پن ہے۔ جب کہ مدح نگاری میں ٹھہراؤ اور طمانیت ہے۔ مدح میں اس نے کم لکھا اور جو کچھ لکھا اس کا بھی اکثر حصہ ضائع ہو گیا۔ اس وقت ان کا جو مدحیہ کلام موجود ہے اس میں ایک تو حضرت عمرؓ کی مدح میں کہا گیا قصیدہ ہے جو اگرچہ مختصر ہے لیکن بڑا موثر ہے۔ یہ قصیدہ ایک معذرت نامہ ہے اور عربی ادب میں مثالی معذرت نامہ مانا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دو قصیدے بنی انف ناقہ کے نام کے ہیں یہ دونوں قصیدے زمانہ جاہلیت کے قصائد کی طرح ہیں۔ اسلوب و انداز بھی وہی ہے۔ خاص طور پر امرؤالقیس کے معلقہ کی بازگشت اس میں سنائی دیتی ہے۔ اجڑی ہوئی بستیوں کا ذکر محبوب کی یاد اور اس کے بعد روئے سخن ممدوح کی طرف کرتے ہیں۔

محبوب کے سراپا کا بیان بھی عربوں کا پسندیدہ موضوع تھا۔ قصیدہ کی تشبیب کا موضوع وہی ہوتا تھا۔ حطیئۃ نے بھی اپنے محبوب کا سراپا اور اس کے گزارے ہوئے اوقات کو نہایت رنگین انداز میں بیان کیا ہے۔ حطیئۃ نے اپنی ایک محبوبہ ام معبد کا نام لیا ہے۔ غالباً اس کی غزلیہ شاعری کی محرک ام معبد ہی ہے۔ اس کے انداز و نیاز کو بیان کرنے میں اس نے کبھی تو پاکبازی کی حد کر دی اور کبھی عریانیت اور فحش نگاری میں زمانہ جاہلیت کے شعراء کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ اس پاکباز شاعری کے چند اشعار یہ ہیں:

ولما رأت من فی الرحال تعرضت
حیاءً و صدّت تتقی القوم بالید
فبتنا ولم نکذبک لو ان لیلنا
الی الحول لم نملل وقلنا له ازدد
و فی کل ممسی لیلة اور معرس
خیال یوافی الرکب من ام معبد
فحیاک ودما هداک لفتیة
و خوص با علی ذی طوالة هجد

حطیئۃ کی شاعری میں حکمت و دانش، زندگی کے حقائق اور اخلاق و کردار کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ اس کے بعض اشعار بڑے حکیمانہ

ہیں اور بعض اشعار میں مذہب کی بھی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔

ولست اری السعادة جمع مال

ولكن التقی هد السعيد

و تقوی الله خير الزاد ذخرا

و عند الله لا تقی مزيد

وما لابدان ياتی قريب

ولكن الذی يمضی بعيد

ان اشعار میں مذہب سے لگاؤ اور اللہ پر ان کے بھروسے کا تذکرہ مومنانہ شان سے کیا گیا ہے۔ دراصل حطیئہ ستم ظریف تھے۔ ان کی نظر زیادہ تر ان عوارض اور کمیوں پر رہی جوان کو فطری طور پر ملی تھیں۔ بدل میں فطرت نے جواس کو بے پناہ قیمتی دولت دی تھی اس کا احساس پس منظر میں چلا گیا۔ اس لیے زیادہ رونا رویا ہے اور منفی رجحان کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا اس لیے اس کے یہاں معاشرہ سے بغاوت اور حالات کا شکوہ زیادہ ملتا ہے۔

5.6-الخنساء:

حضرت خنساء عرب کی عظیم ترین خاتون شاعر گزری ہیں۔ عربوں میں شاعری کا عام رواج تھا۔ بہت سی خواتین بھی شاعری کرتی تھیں اور ان کے اشعار متفرق طور پر کتابوں میں ملتے ہیں۔ لیکن حضرت خنساء پہلی باضابطہ صاحبہ دیوان شاعرہ ہیں۔

حضرت خنساء کا نام تماضر تھا۔ قبیلہ مضر کے عمرو بن حارث السلمیہ کی بیٹی تھیں۔ ان کے دو بھائی تھے معاویہ اور صخر۔ دونوں بڑے وجیہہ اور ابھرتے ہوئے نوجوان تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کے والد کو ان پر اتنا ناز تھا کہ میلے میں ان کو لے جاتے اور ان کے ہاتھ پکڑ کر کہتے کہ میں مضر کے دوسب سے اچھے جوانوں کا باپ ہوں۔ اہل قبیلہ کو بھی ان سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ حضرت خنساء بھی اپنے علم و فضل اور شاعرانہ صلاحیتوں کی وجہ سے اپنے قبیلے میں بہت مقبول تھی اور ان کی صلاحیتوں کے ساتھ ان کے حسن و جمال کا بھی چرچا تھا۔ اس لیے بہت سے رشتے آئے لیکن انھوں نے اپنے قبیلے کے ایک نوجوان رواحہ بن عبدالعزیز السلمی سے شادی کر لی اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا لیکن اس کے بعد رواحہ کا انتقال ہو گیا۔ اس لیے انھوں نے عبدالعزی سے شادی کی۔ لیکن عبدالعزی فضول خرچ بھی تھا اور شراب بھی پیتا تھا۔ اس نے اپنا بھی سارا مال برباد کر دیا۔ خنساء کے بھائی صخر نے کئی مرتبہ مدد کی لیکن عبدالعزی کی عادتیں نہیں سدھریں اور پھر اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد مرداس بن عامر سے شادی کی لیکن یہ شادی بھی زیادہ دن نہیں چلی۔ ان کے تین بچے ہوئے اور شوہر کی وفات ہو گئی۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ انھوں نے چوتھی شادی بھی کی تھی۔ ہو سکتا ہے یہ صحیح ہو تاہم حضرت خنساء رفیق حیات کے معاملے میں بہت خوش رہ سکیں انھوں نے تین شادیاں کیں اور تینوں شوہر فوت ہو گئے۔ اور اپنی زندگی میں انھوں نے حضرت خنساء کو بہت سکھ بھی نہیں دیے۔ اس کے ساتھ دو حادثے اور ان پر ایسے گزرے جن کی کسک وہ ساری زندگی جھیلتی رہیں۔ وہ حادثے ان کے چہیتے بھائیوں کی موت کے تھے۔ خنساء کے ایک بھائی معاویہ کو قبیلہ مرہ کے دو نوجوانوں نے قتل کر دیا تھا۔ حضرت خنساء کو اس کا شدید قلق ہوا۔ دوسرے بھائی نے اس کا بدلہ لے لیا لیکن وہ بھی عین جوانی میں بری طرح زخمی ہو گیا اور اس زخم میں اس کی وفات ہو گئی۔

حضرت خنساء کو اپنے بھائیوں سے شدید محبت تھی۔ وہ یہ غم برداشت نہ کرسکیں اور ان کی یاد میں مستقل روتی رہتی تھیں۔ اسی طرح روتے روتے ان کی بینائی بھی متاثر ہوئی۔

قبیلہ مضر کے لوگ اسلام لائے تو یہ بھی مسلمان ہوگئیں اور صحابیت کا شرف بھی ان کو حاصل ہوا۔ ان کے چار بیٹے تھے وہ جوان ہو چکے تھے۔ جنگ قادسیہ میں وہ چاروں شریک ہوئے اور چاروں اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ بوڑھی ماں نے جب ان کی شہادت کی خبر سنی تو زبان سے ارشاد فرمایا "**الحمدلله الذی شرفنی بقتلهم.**"

حضرت خنساء کی وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق ان کی وفات حضرت عثمان کے عہد حکومت میں سنہ ۲۴ھ میں ہوئی۔

حضرت خنساء اپنے قبیلے کے ساتھ اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس نے کچھ اشعار اللہ کے رسول کو سنائے۔ آپ نے پسند فرمائے اور مزید سننے کی خواہش کی۔ حضرت خنساء کی شاعری کے لیے یہ سب سے بڑا اعزاز تھا۔ اس کے علاوہ بھی اجلہ صحابہ میں ان کی شاعری مقبول تھی۔ حضرت حسان کے بعض اشعار پر انھوں نے اصلاح بھی دی۔

حضرت خنساء کے لیے شاعری ذریعہ اظہار تھی۔ یہ نہ ان کا ذریعہ معاش تھا اور نہ انھوں نے دیگر شعراء کی طرح شاعری کو اپنی پہچان بنانے کا ذریعہ بنایا تھا۔ بلکہ ان کے لیے شاعری صرف واردات قلبی کا بیان تھا۔ اس لیے ان کی شاعری میں زیادہ تر مراثی ہیں اور اس لیے ان کو مرثیہ میں عرب کی سب سے بڑی شاعرہ کہا جاتا ہے۔ اپنے بھائیوں خاص طور صخر کی موت سے وہ بہت دل برداشتہ ہوئیں اور ان کی یاد میں انھوں نے مرثیے کہے۔ اس کے شوہر مرداس بن عامر کی وفات بھی اس کے لیے بڑا حادثہ ثابت ہوئی اور ان کی وفات کے بعد بھی حضرت خنساء نے متعدد مرثیے کہے جو ان کے بہترین مراثی میں شمار ہوتے ہیں۔ مرداس کی وفات پر انھوں نے جو مرثیہ لکھا تھا اس کے چند اشعار یہ ہیں:

الا اختار مرداسا على الناس قاتله

ولو عاده كناتة و حلائله

فلما راه البدر اظلم كاسفا

ارن شوان برقه فمسايله

و فضل مرداسا على الناس فضله

و ان كل همّ همه فهو فاعله

متى تعادل ماجد اتعتدل به

كما عدل الميزان بالكف ثاقله

شوہر کے ساتھ فطری محبت انسانی معاشرہ کی بڑی حقیقت ہے۔ اس کے ساتھ زن وشوہر ایک دوسرے کے سہارے اور ایک دوسرے کے ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔ ان میں سے کسی کا بچھڑ جانا بڑا حادثہ ہوتا ہے اور خاص بیوی کے لیے شوہر کی جدائی کا غم اور بڑا ہوتا ہے۔ لیکن حضرت خنساء کو جو تعلق اپنے بھائیوں سے تھا ایسا لگاؤ شوہر سے بھی نہیں تھا۔ خاص طور پر اپنے سوتیلے بھائی صخر کی موت کا تو اس کو اتنا سخت صدمہ ہوا کہ ان کی یاد میں زندگی بھر روتی رہیں۔ صخر کی یاد میں کہے گئے ایک مرثیہ کے چند اشعار:

بـكــت عيـنــی وعــاودهــا قذاهــا

بـعُـوّار فـمــا تـقـضـی کـراهــا

عـلـی صـخـر و ای فتـی کـصـخـر

اذا مــا الــنــاب لـم تـرام طـلاهـا

فتــی الــفتيــان مــابـلـغـوامـداه

و لايــكــدی اذا بـلـغـت كـداهــا

صخر کے مرثیہ میں یہ اشعار بھی اثر آفرینی میں بے مثال ہیں۔ گویا ان میں غم کی تصویر ہو بہو کھینچ دی گئی ہے۔

قـذی بـعـيـنـک ام بــالـعيـن عوّار

ام ذرفـت اذ خـلـت مـن اهلهـا الدار

کــأنّ و مــعــی لــذاكـره اذمــطـرت

فيــض بسيــل عـلـی الـخـديـن مـدرار

تبکی لصخرهی العبری وقدولهت

ودونــه مـن جـديد التراب استار

تبکی خناس فما تنفکّ ماعمرت

لهــا عــلـيــه انين وهـی مـفتـار

تبـکی خناس علی صخر و حق لها

اذ رابهــا الـدهـر ان الـدهر ضرار

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خنسا حضرت عائشہ سے ملنے آئیں۔اس وقت وہ بوڑھی ہو چکی تھیں اور لکڑی کے سہارے سے چلتی تھیں۔حضرت عائشہ نے پہچان لیا اور پوچھا کہ تمھاری یہ حالت کیوں ہوگئی؟ حضرت خنساء نے جواب دیا صخر کی وجہ سے۔اس کے بعد حضرت خنساء نے صخر کے احسانات گنوائے۔

صخر کے علاوہ اپنے حقیقی بھائی معاویہ کے لیے بھی انھوں نے بہت سے مرثیے کہے۔ناقدین کا خیال ہے کہ اگر چہ معاویہ کے مراثی بھی اعلیٰ درجہ کے ہیں لیکن صخر کی یاد میں انھوں نے جو مرثیہ کہے وہ اپنی اثر آفرینی اور درد و غم کی حقیقی تصویر کھینچنے میں بے مثال ہیں۔

حضرت خنساء کی اصل شاعری تو مرثیہ نگاری ہے لیکن ان کے یہاں حکمت و دانش اور زندگی کے حقائق کا بیان بھی بڑی خوبصورتی کے ساتھ ملتا ہے۔ان کے درج ذیل اشعار ضرب المثل کا درجہ رکھتے ہیں۔ان اشعار کے بارے میں ہے کہ ایک مرتبہ جریر سے پوچھا گیا کہ شاعر اعظم کون ہے؟ اس نے کہا کہ اگر خنساء نہ ہوتی تو میں ہوتا۔لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ نے خنساء کو کس بنیاد پر فضیلت دی ہے، تو انھوں نے یہ شعر پڑھے:

ان الـزمـان و مـا يـفـنـی لـه عجب

ابقی لنا ذنبا واستوصل الرأس

ابقی لنا کل مجهول و فجّعنا

بالحالمین فهم هام و ارماس

ان الجدید بن فی طول اختلافها

لایفسدان و لکن یفسدالناس

خاص طور پر آخری شعر کائنات کی عظیم حقیقت کا بہترین اظہار ہے۔

حضرت خنساء کی شاعری کا بڑا حصہ مرثیہ نگاری پر مشتمل ہے۔لیکن ان کے مراثی جہاں درد وغم کی ہو بہو تصویر کشی کرتے ہیں وہیں ان اشعار میں ان کیفیات اوران وسائل کا بھی بڑا تفصیلی تذکرہ ہے جن کے ذریعہ انسان اپنے غم کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اپنے آپ کو بھلاتا ہےاورغموں کو بھلاوا دیتا ہے۔ساتھ ہی بدوی زندگی اوراس کے انداز اور وسائل حیات کا بھی مرقع سامنے آجاتا ہے۔

اسلام لانے کے بعدان کے درد وغم کم تو نہیں ہوئے لیکن اللہ کی رحمت اوراس کی مغفرت کی امید نے ان کا حوصلہ بڑھا دیا اور انھوں نے غموں کو صبر وشکر کے گھونٹ کے ساتھ جھیلنا شروع کر دیا وہ بڑی مجاہدہ خاتون بن گئیں۔جنگ قادسیہ میں ان کی قربانیاں بے مثال ہیں۔

5.6-نابغۃ الجعدی:

مخضرمی شعرا میں نابغہ الجعدی کا نام اہمیت سے لیا جاتا ہے، وہ اچھے شاعر اور بڑے باہمت مجاہد تھے۔طویل عمری میں بھی وہ بہت سے لوگوں پر سبقت لے گئے۔ان کی عمرایک سوبیس سال بتائی جاتی ہے۔اسلام لانے کے بعد انھوں نے ابتدائی عہد اسلامی کے بہت سے نشیب وفراز دیکھے اور یزید بن معاویہ کی وفات کے حضرت عبداللہ بن زبیر کے عہد میں ان کی وفات ہوئی۔

نابغہ کا اصل نام عبداللہ بن عدس بن جعدہ ہے۔اس لیے نام کے ساتھ الجعدی لکھا جاتا ہے۔اندازہ کے مطابق ظہوراسلام سے ۵۵ سال قبل پیدا ہوئے۔مورخین نے ان کی طویل عمری کے لیےان کے اشعار سے شواہد جمع کیے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ واقعی اس کی عمر ۱۲۰ سال رہی ہوگی۔

اسلام سے قبل اس دور کے دیگر شعراء کی طرح قصیدہ گوئی کو اپنا ذریعہ معاش بنایا اورلخمی بادشاہوں کے یہاں جا کر مدح وستائش کرتے اورصلہ پاتے۔اس طرح انعام واکرام کے سہارے اپنی زندگی گزارتے تھے۔

نابغہ کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ دین حنیف کے پیروکار تھے۔انھوں نے اسلام سے پہلے کبھی بھی نہ بت پرستی کی اور نہ فال نکالا جو اسلام میں حرام ہے اور جس کو قرآن نے ازلام کہا ہے۔وہ روزے بھی رکھتے تھے اور عرب کی دوسری برائیوں شراب، رندی اورفحش وعریانیت سے بھی ہمیشہ دور رہے۔وہ اپنے آپ کو دین ابراہیمی کا متبع بتاتے تھے۔ایسے شخص کے لیے اسلام نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھا۔لیکن یہ قسمت ہے کہ ۹ ہجری تک ان کا براہ راست اسلام سے سابقہ پیش نہیں آیا۔نابغہ کے زمانہ جاہلیت کا ایک شعر ہے:

الحمدللہ لاشریک لہ

من لم يقلها فنفسه ظلما

نابغہ نے زمانہ جاہلیت میں طویل زمانہ پایا اور کافی شاعری کی۔ اسی دور میں ایک مرتبہ ان کی زبان شاعری کے لیے ایسی بند ہوئی ہے کہ باوجود کوشش کے وہ شعر نہیں کہہ پائے۔ ۹ ہجری میں جب ان کا قبیلہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو اللہ نے ان کی زبان شعر گوئی کے لیے دوبارہ کھول دی اور شان رسالت میں ایک قصیدہ کہا۔ اس قصیدے کو سن کر روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہؐ نے ان کو دعا دی کہ خدا ساری عمر تمھارے دانت سلامت رکھے۔ یعنی تم پوپلے نہ ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے پڑھنے کا انداز ایسا ہو کہ اگر دانت گر جاتے تو اسلوب باقی نہیں رہتا۔ اس لیے رسول اللہؐ نے یہ دعا دی ہو۔

نابغہ نے دربار رسالت میں جو قصیدہ پڑھا تھا وہ بہت طویل ہے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اس قصیدہ میں دوسو شعر تھے اور وہ تمام شعر انھوں نے رسول اللہ کو سنائے اور آپؐ نے بڑی توجہ سے سنے۔ اس قصیدے کے چند اشعار یہ ہیں:

اتيت رسول الله اذا جاء بالهدى

و يتلو كتابا كالمجرة نيّرا

تذكرت والذكرى نهج لذى الهوى

و من حاجة المحزون ان يتذكرا

نابغہ اس قصیدہ میں جب اس شعر پر پہنچے:

بلغنا اسما مجداً وجودا وسوددا

وانا لنرجو فوق ذلك مظهرا

یہ شعر سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ بھائی وہ مظہر کہاں ہے، تو نابغہ نے جواب دیا کہ جنت۔ رسول اللہؐ نے فرمایا انشاء اللہ کہو۔

اس قصیدہ کے درجہ ذیل شعر پر رسول اللہؐ نے ان کو دعا دی تھی:

ولا خير فى حلم اذ الم تكن له

بوا در تحمى صفوه ان يكدّر

نابغہ کا یہ قصیدہ بہت مقبول ہے۔ متعدد لوگوں نے اس کو نقل کیا ہے اور ان کے دیوان میں بھی شامل ہے۔ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ یہ قصیدہ دراصل انھوں نے زمانہ جاہلیت میں کہا تھا پھر اسلام لانے کے بعد اس قصیدہ کو مزید بڑھا کر دوسو اشعار کا کر دیا۔ اس لیے اس قصیدہ میں دونوں انداز کی جھلک موجود ہے۔ دوسرے حصہ میں قرآنی تعلیمات اور اسلام کا واضح اثر دکھائی دیتا ہے۔

نابغہ نے مدینہ آ کر اسلام قبول کیا اور پھر مدینہ میں ہی مستقل بودوباش اختیار کر لی۔ وہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بہادر تھے۔ انھوں نے متعدد جنگوں میں شرکت کی، خاص طور پر ایران کی جنگوں میں شریک رہے۔ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں انھوں نے اپنے وطن جانے کی اجازت چاہی لیکن حضرت عثمان نے اجازت نہیں دی اور ان کو سمجھایا کہ ہجرت کرنے کے بعد واپسی درست نہیں ہے۔ لیکن وہ نہیں مانے اور اپنے علاقے میں چلے گئے۔

نابغہ کا علاقہ جو بادیہ کہلاتا ہے، وہ عراق کے ماتحت تھا۔ وہاں کے گورنر حضرت ابوموسی اشعری تھے ان سے کسی اختلاف کی بنا پر ان کی ہجو کہہ دی اس پر حضرت ابوموسی اشعری نے ان کو سزا دی۔ وہاں سے بڑی مشکل سے رہائی ملی۔

امیر معاویہ اور حضرت علی کے اختلاف میں وہ حضرت علی کے پر زور حامی تھے۔ حالانکہ کافی ضعیف ہو چکے تھے لیکن صفین کی جنگ میں شریک ہوئے۔ حضرت علی کی مدح میں اور امیر معاویہ کی ہجو میں قصیدے بھی لکھے۔ حضرت علی کی شہادت کے بعد جب اقتدار امیر معاویہ کو حاصل ہو گیا تو کہتے ہیں کہ انھوں نے مدینہ کے حاکم مروان کو حکم دیا۔ نابغہ کا مال و اسباب ضبط کر لے۔ جب نابغہ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ امیر معاویہ کے پاس آئے اور انھوں نے کچھ اشعار پڑھے جن میں سے دو شعر یہ تھے:

فان تاخذ و اھلی و مالی بظنة

فانی الحرّاب الرجال محرّب

صبور علی مایکرو المروکلہ

سوی الظلم انی ان ظلمت سا غضب

امیر معاویہ نے فوراً وہ اپنا سابقہ حکم واپس لے لیا۔ کچھ لوگوں نے کہا بھی کہ آپ تو حاکم وقت ہیں ان کی دھمکیوں سے ڈر گئے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ یہ نابغہ ہیں۔ مجھے سارے عرب میں رسوا کر دیں گے۔

نابغہ کی زندگی کا ایک واقعہ اور ملتا ہے۔ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے عہد کا ہے۔ یزید کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر نے خلافت قائم کی۔ اگر چہ مروان اور عبدالملک کو مقابلے میں ان کو شکست ہوگی لیکن پھر کئی سال ان ک خلافت قائم رہی۔ ان کے زمانے میں نابغہ ان سے ملنے گئے اور ان کی مدح میں قصیدہ لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے قصیدہ کی وجہ سے نہیں بلکہ تمھارے مسلمانوں کے مال میں دوسرے حقوق ہیں ان کی وجہ سے ہم تمھاری مدد کریں گے، اور اس کے بعد ان کو کافی مال و دولت عطا کیا۔

نابغہ کی وفات ان کے اپنے علاقے میں سنہ ۶۵ ہجری کے آس پاس ہوئی انتقال کے وقت ان کی عمر ۱۲۰ سال کے قریب تھی۔

نابغہ مخضرمی شعراء میں نمایاں حیثیت کے مالک ہیں۔ عہد جاہلیت میں انھوں نے راگ رنگ اور حسب ونسب پر فخر اور قومی بہادر کے گن گائے۔ اپنے قبیلے کے بہادروں اور ان کی جنگ جوئی کا ذکر کیا ہے۔ اگر چہ یہ عام مضوعات ہیں لیکن نابغہ کا انداز بیان بڑا منفرد ہے۔ نابغہ نے نہ صرف اپنے قبیلے کے بہادروں بلکہ ان کے گھوڑوں کی بھی بہادری کے گن گائے ہیں اور میدان جنگ میں ان کے قبیلے کے بہادروں کی خوں ریزی کا نقشہ بیان کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے کہ ہمارے بہادر میدان جنگ میں اس بے جگری سے لڑتے ہیں کہ ان کے گھوڑے خون میں تر ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے ہم لال گھوڑوں کو کالا اور کالے گھوڑے کو لال سمجھنے لگتے ہیں۔

نابغہ کے کلام میں مبالغہ آرائی کا عنصر بہت بڑھا ہوا ہے۔ خاص طور پر میدان جنگ کے مناظر بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اس میں بہادروں کے مقابلے ان کی تلواروں کی جھنکار، نیزوں کی بوچھار اور تیروں کی بارش میں مرد میدان کس طرح ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں اور ان کے قبیلے کے لوگ کس طرح میدان جنگ میں شیروں کی طرح بہادری سے جنگ کرتے ہیں۔ نابغہ کے یہاں مبالغہ میں منظر کشی کا عنصر بھی اوروں سے زیادہ ہوتا ہے۔ خاص طور پر جنگی مناظر کو تو وہ اپنی شاعری میں مجسم کر دیتے ہیں۔

اسلام کے بعد ان کی شاعری میں اخلاقیات اور قرآن وسنت کی تعلیمات کا عنصر غالب آ گیا۔ شعر کے مضامن میں تقویٰ،

طہارت اور آخرت کی فکر کے مضامین باندھنے لگے،نعت نبی بھی انھوں نے کہی اور خلفاء راشدن کے زمانے میں مرثیہ اور صیدے بھی لکھے جن کا ذکر اوپر کیا گیا۔اسلامی تعلیمات پر غور وفکر کرنے سے ان کے کلام میں فلسفیانہ سوچ اور حیات ومحات کے مسائل پر غور کرنے کی بھی عادت پڑی۔ان کے چند شعر یہ ہیں:

وجـا هـدت حتـى مـا احـس و من معي

سهيــــلا اذا مـــــالاح ثـــمـــــت غـــمـــورا

اقيـم عـلـى التـقـوى و ارضـى بـفـعـلهـا

وكـنـت ومـن الـنـار المخوقة اوجرا

دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی پائیداری کے بارے میں چند شعر یہ ہیں:

ولا تـجـزعـا ان الـحيـاة ذميمة

فـخـفـا لـروعـات الحوادث اوقرا

وان جـــاء امـــرلا تـــطيـقـــان دفـعـــه

فـلا تـجـزعـا مـما قضى الله و اصبرا

تهيــج الـــلـــحـــا والـــمـــلامةثـم مـــا

تـــقــرب شيـئـــا غيـرمـــا كـــان قـدرا

نابغہ کے بارے میں ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ وہ شاعر تو بہت بڑے تھے اور میدان کارزار میں بہادر بھی تھے لیکن میدان شعر میں کمزور تھے۔اگر کوئی شخص شاعری میں ان کا مقابلہ کرتا تو میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے۔تذکرہ نگاروں نے متعدد نام لکھے ہیں جن کے ساتھ ان کے مباحثے ہوئے اور بہت جلد انھوں نے ہار مان لی۔کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ انھوں نے کسی کی مذمت یا ہجو جب اس کی طرف سے کسی نے جواب دیا تو فوراً ہار مان لی اور میدان چھوڑ دیا۔لیکن اس کے باوجود وہ عظیم شاعر تھے۔قصیدہ نگاری میں وہ اعلیٰ درجہ کے شاعروں میں تھے اور گھوڑے کے اوصاف بیان کرنے میں تو ان کو خصوصی مہارت حاصل تھی۔اصمعی نے لکھا ہے کہ دور جاہلیت کے شعراء میں صرف دو شاعر ایسے ہیں جن کو گھوڑے کے اوصاف ہو بہو بلکہ مبالغہ آمیز انداز میں بیان کرنے کے اندر سب سے زیادہ مہارت ہے۔ان میں ایک نابغہ جعدی ہیں۔

نابغہ کی اولیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے اپنے قصائد کی تشبیب اور اپنی عشقیہ شاعری میں اپنے محبوب کی پردہ داری بھی کی ہے۔وہ اپنے محبوب کا نام نہیں لیتے بلکہ ایسا نام لیتے ہیں جس سے کنایۃً محبوب کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے۔دراصل عرب شعراء اس معاملے میں بڑے منہ پھٹ تھے وہ سرعام اپنے محبوب کا نام لیتے تھے اور ان کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات کی منظرکشی بھی کرتے تھے۔نابغہ نے دوسرے حصے کو تو باقی رکھا لیکن محبوب کو پردہ میں چھپا دیا۔اس طرح کی شاعری میں وہ منفرد شخصیت ہیں اور عہد جاہلیت کی شاعری میں اس کنایے کی مثالیں کم ملتی ہیں۔

خلاصہ:

عربی شاعری کو بالعموم تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ایک عہد جاہلیت کے شعراء دوسرے وہ شعراء جنھوں نے جاہلیت کے عہد میں ہوش سنبھالا پھر اسلام قبول کر کے عہد اسلام میں بھی شاعری کی اس طرح کے شعراء کو مخضرمی شعراء کہا جاتا ہے۔مخضرم کا مطلب ہوتا ہے ملانے والا۔یعنی یہ شعراء ایسے تھے جنھوں نے دو عہدوں کو ملایا۔تیسرا دور عہد اسلامی کے شعراء کا دور ہے۔

اس یونٹ میں ہم نے مخضرمی شعراء میں سے چند کا مطالعہ کیا ہے۔ان میں ایک نام کعب بن مالک انصاری کا ہے۔حضرت کعب بن مالک بہت بڑے شاعر ہیں۔ان کی شاعر کے خاص موضوعات میں نعت رسول، مرثیہ اور وصف نگاری ہے۔ان کے یہاں غزل بالکل نہیں ہے ان کے قصائد تشبیب سے خالی ہوتے ہیں۔دوسرے شاعر حضرت حسان ہیں جن کو شاعر الرسول اور شاعر النبی کا خطاب ہے۔رسول اللہؐ کے خاص شاعر ہیں۔ان کا بنیادی کام کفار و مشرکین کی طرف سے رسول اللہ کے بارے میں کہے گئے نازیبا الفاظ کا جواب ہے۔اس کے علاوہ نعت گوئی میں وہ بے مثال تھے۔بعض لوگ ان کو معلقات کے درجہ کا شاعر مانتے ہیں۔تیسری شخصیت الحطیئۃ کی ہے۔یہ مخضرمی شعراء میں اپنی گونا گوں خصوصیات کی وجہ سے منفرد ہیں۔اصلاً یہ ہجو گوئی کے شاعر تھے اور انھوں نے زیادہ ہجو و مذمت ہی لکھی ہیں۔اس کے قصائد میں حضرت عمرؓ کی تعریف میں کہا ہوا قصیدہ زیادہ مقبول ہے۔الحطیئۃ کی عشقیہ شاعری بھی عربی زبان کی بہترین شاعری مانی جاتی ہے۔چوتھی شخصیت حضرت خنساء کی ہے۔یہ بڑی جلیل القدر صحابیہ ہیں اور مخضرمی عہد کی سب سے بڑی شاعرہ ہیں۔ان کا کلام بنیادی طور پر مراثی پر مشتمل ہے۔انھوں نے اپنے دو بھائیوں کی یاد میں متعدد مرثیے کہے جو اپنی اثر آفرینی اور درد و غم کی مختلف کیفیات کی تصویر کشی میں بے مثال ہیں۔حضرت خنساء نے نعت بھی لکھی ہیں۔تذکروں میں لکھا ہے کہ رسول اللہ حضرت خنساء سے شعر سنا کرتے تھے۔پانچویں شخصیت نابغہ الجعدی کی ہے۔یہ بھی مخضرمی عہد کے بڑے شاعر تھے۔ان کے موضوعات بالعموم وہی ہیں جو اس دور کے دیگر عرب شعراء کے موضوعات تھے۔بہترین شاعر تھے، اور ان کو گھوڑے کے اوصاف بیان کرنے میں خصوصی مہارت تھی۔عربی شاعری میں ان کی بعض اولیات بھی ہیں۔

5.7 نمونے کے امتحانی سوالات

ا۔مخضرمی لفظ سے آپ کیا سمجھتے ہیں

۲۔حضرت کعب بن مالک کی حیات اور شعری خصوصیات بیاں کیجیے

۳۔حضرت حسان بن ثابت کی حیات اور شعری خصوصیات بیاں کیجیے

۴۔حطیۃ کی حیات اور شعری خصوصیات بیاں کیجیے

۵۔حضرت خنساء کی حیات اور شعری خصوصیات بیاں کیجیے

۶۔حضرت نابغہ الجعدی کی حیات اور شعری خصوصیات بیاں کیجیے

5.8 مطالعے کے لیے معاون کتابیں

ا۔ حنا فاخوری: الجامع فی تاریخ الادب العربی

۲۔ الدکتور شوقی ضیف: تاریخ الادب العربی (جلد دوم)

۳۔عمر فروخ: **تاریخ الادب العربی** (جلد اول)

۴۔احمد حسن زیات: **تاریخ الادب العربی** (للمدارس العلیا والثانویۃ)

عبدالحلیم ندوی: عربی ادب کی تاریخ (جلد دوم)